میڈیا کے نشیب و فراز

کیا متبادل میڈیا کا قیام ممکن ہے؟

زبیر ابراہیم

میڈیا ایک ایسا لفظ ہے جو اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے میڈیا کا لفظ ذہن میں آتے ہی اخبارات، رسائل اور ٹی وی چینلز کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے اور یہی تاثر عام ہے کہ عوامی رائے عامہ ہموار کرنے میں میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔لیکن کیا یہ میڈیا آزاد ہے؟ کیا یہ عوام کی نمائندگی کر رہا ہے؟ جو کچھ عوام کے دلوں میں ہے وہ کچھ میڈیا پر آرہا ہے؟ شاید یہ سب کچھ ایسا نہیں ہے جو نظر آتا ہے اس سچ کو جاننے کے لئے ورلڈ سوشل فورم میں متبادل میڈیا کے موضوع پر دلچسپ مباحثہ ہوا جس میں سینئر صحافیوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ہمارا میڈیا حکومتی دباؤ برداشت نہیں کر سکتا نہ ہی مالکان کسی دباؤ کا سامنا کرنا چاہتے ہیں میڈیا کے مالکان کی سوچ عوامی رائے کے بجائے پیسہ کمانا ہے

اسلام آباد سے آئے ہوئے مظہر عارف نے کہا کہ کیا متبادل میڈیا بنانا ممکن ہے۔میڈیا بھی ایک سوشل سب سسٹم ہے معاشرے میں سب کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے قیام پاکستان کے بعد میڈیا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ایک میڈیا دائیں بازو کا حمایتی بنا تو بعض اخبارات بائیں بازو کے ترجمان بنے کہ سلسلہ 1980 تک چلتا رہا پھر ایک ایک کرکے بائیں بازو کے اخبارات بند ہوتے گئے اور صرف ایک میڈیا رہ گیا جو دائیں بازو کا کہلایا اور یہی وجہ ہے کہ آج بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے میڈیا شرپسندوں کی کارروائی کہتا ہے ایک عوامی پارٹی کے لوگ احتجاج کرتے ہیں تو شرپسند کہلاتے ہیں۔

پاکستان میں میڈیا آرگنائزیشن ون مین شو اور ایک شخص کی ملکیت ہے کسی اخباری ادارے کی ادارتی پالیسی اس کے عامل صحافیوں کے پاس نہیں ہوتی مالکان جو چاہتے ہیں صرف وہی چھپتا ہے۔اسلام اور فوج کے بارے میں زیادہ گہرائی میں کچھ نہیں چھپ سکتا صورتحال یہاں پر ختم نہیں ہوتی میڈیا میں آنے والی نئی نسل بھی نظریے اور سوچ سے عاری دکھائی دیتے ہیں اور اب صرف یہ رواج فروغ پا رہا ہے کہ صرف نوکری کرنی ہے جو مالک کہے وہی کام کرنا ہے یہ صورتحال نظریاتی میڈیا کے لئے خطرناک ہے۔اس کے علاوہ اخباری مالکان نے صحافیوں کو ویج بورڈ ایوارڈ سے محروم کر رکھا ہے انہیں کوئی جاب سیکورٹی، انشورنس، میڈیکل کی سہولت حاصل نہیں ہے۔

متبادل دنیا کا تصور بہت آسان ہے لیکن یہ نہایت ہی مشکل ہے اور یہی سب کچھ میڈیا کے ساتھ ہے اس تبدیلی کی جدوجہد بہت مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔

ممتاز صحافی عمران شیروانی کا خیال تھا کہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا دو الگ الگ حقیقتیں ہیں الیکٹرانک میڈیا پرنٹ میڈیا سے زیادہ پاور فل ہے ۔تاہم پرنٹ میڈیا کی اہمیت اپنی جگہ ہے ہم اسے ختم نہیں کر سکتے میڈیا کی آزادی کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ آزادی کا مطلب اخباری مالکان کی مرضی ہوتی ہے۔پاکستان میں تمام اخبارات اور ٹی وی چینلز مالکان کے کنٹرول میں ہیں۔اور اخبارات کی آزادی کا اصل مسئلہ پیسہ ہے۔صورتحال یہ ہے کہ ہمارے اپنے ملک میں اخبارات سرکولیشن کے بجائے اشتہارات پر چلتے ہیں۔ایک اخبار کی سرکولیشن سے انہیں اتنی آمدنی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے اخراجات بھی پورے کر سکیں اسے لازمی اشتہارات چاہئے اور یہی وجہ ہے وہ سب کچھ نہیں چھپنے دیتا جو چھپنا چاہئے عوام کے مسائل ان کے حالات یہ سب اخبارات سے غائب ہیں سیاست دان، تنظیم اور دیگر عنصر نمایاں رہتا ہے بڑے بڑے اخباری مالکان نے ٹی وی چینلز عوام کے لئے نہیں بلکہ صرف پیسہ کمانے کے لئے شروع کئے ہیں۔

بنکاک سے آئی ہوئی انٹر پریس نیوز ایجنسی (آئی پی ایس) کی جو ہانا سن نے بتایا کہ ان کی نیوز ایجنسی کا قیام 1964 میں عمل میں آیا اور یہ سروس عوام کے حقیقی سوشل مسائل کو اجاگر کرتی ہے۔ان کا یہ بھی موقف تھا کہ متبادل میڈیا اپنے نظریات صرف ان مسائل پر مرکوز کرے جو حقیقت سے قریب تر ہو اور عوام کی ترجمانی کرے یہی ایک متبادل میڈیا ہے۔

انٹر پریس کمیونیکیشن کی شمین فرخ نے کہا کہ متبادل میڈیا کا لفظ دلکش ہے لیکن صورتحال مختلف ہے ہمارے یہاں مالکان اپنے ملازمین کو انتہائی کم تنخواہیں دیتے ہیں اندرون سندھ، پنجاب اور چھوٹے شہروں میں صورتحال بہت زیادہ خراب ہے۔ان صحافیوں کو جب تنخواہ نہیں ملے گی تو وہ سیاست دانوں، سرکاری افسروں اور پولیس سے ہی ناجائز پیسہ وصول کریں گے اور جب یہ سلسلہ ہوتا ہے تو عوامی مسائل سامنے نہیں آتے صرف سرکاری موقف ابھر کر سامنے آتا ہے جو عوام کی ترجمانی نہیں کرتا۔

یہاں تک خراب ہو چکی ہے کہ اب اخبارات کے مالکان پراپرٹی ڈیلر تک ہو گئے ہیں اور اخبارات شعور اجاگر کرنے کے نظریے سے ہٹ کر صرف پیسہ کمانے کی مشین بن کر رہ گئے ہیں۔

ڈبلیو ایس ایف ترانہ

اک اور جہاں ممکن ہے

جہاں فصلیں سب کی سانجھی ہوں
جہاں خوشیاں سب کی سانجھی ہوں

جہاں غموں کو بانٹا جاتا ہو
انصاف کو جانچا جاتا ہو
مزدور کو اجرت ملتی ہو
اظہار کو جرات ملتی ہو

تعلیم سبھی کو یکساں ہو
اک دور خوشی کا رقصاں ہو
جہاں دار نہ ہو سردار نہ ہو
وحشت کا کاروبار نہ ہو

ہاں ایسا جہاں ممکن ہے
اک اور جہاں ممکن ہے

تحریر: ولیم پرویز

زوفین ٹی ابراہیم

مسئلہ کشمیر کا پر امن حل ہی سب کی خواہش ہے

خطہ کی نوجوان صحافی سونیا جبار کا کہنا ہے کہ آپ ایک مرتبہ جموں وکشمیر میں داخل ہوجائیں تو محض ایک مشاہدہ کرنے والے کی حیثیت میں رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ سونیا جو کہ ایک حقوق انسانی کی ورکر بھی ہیں، کشمیر کے تنازعہ پر تبصرے لکھ رہی ہیں۔

خون ریزی، فائرنگ، حقوق کی خلاف ورزیاں، خواتین اور بچوں کے خلاف مظالم کی وہ عینی گواہ ہیں اور گیارہ کشمیری

رہنماؤں کو پاکستان لانے کے لئے انتھک کام کرتی رہی ہیں تا کہ پاک بھارت کے مابین تنازعات کی وجوہات کے خاتمہ پر مباحثات ہوسکیں اور عام آدمی کے ساتھ ورلڈ سوشل فورم کراچی میں کشمیر کے موضوع پر مکالمہ ہوسکے۔

کشمیر پر ''آزادانہ اور کھلی'' گفتگو کراچی کے شہریوں کے ساتھ ورلڈ سوشل فورم کے منعقد کی جانے والی جگہ سے الگ ایک ''بند جگہ'' پر 27 مارچ کو منعقد ہونا تھی مگر یہ مقررین کے لئے انتہائی شاک تھا کہ مذکورہ ہال خالی پڑا تھا۔ سونیا جبار نے اس

> تنازعات میں مبتلا خطہ کشمیر میں جہاں پر حقوق انسانی کی روز خلاف ورزی ہورہی ہو۔ سول سوسائٹی کیوں کر پنپ سکتی ہے۔ میڈیا اور آرٹ دونوں کے لئے اظہار کی جگہ روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ اب زندہ رہنا اور خدمات سرانجام دینا دونوں بہت مشکل ہوگیا ہے

موقع پر پوچھا کہ کیا کراچی میں کوئی بھی مسئلہ کشمیر کے حل میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ انہوں نے انسانی حقوق سب کے لئے ہونے والے سیشن کی صدارت بھی کی۔

نہ گھبرانے والی سونیا نے اجلاس کو دوسرے روز 28 مارچ کے لئے ری شیڈول کیا۔ اس مرتبہ ایونٹ ایک چھوٹے سی جگہ میں منعقد کیا گیا جہاں پر سامعین کی ایک قابل ذکر مقدار موجود تھی۔ مقررین میں نامور صحافی اور انسانی حقوق کے ورکر بلراج پوری، مصور ویر منشی، روزنامہ ایکسیلشیئر کے بیورو چیف احمد فیاض اور کشمیر ٹائمنر کے چیف ایڈیٹر بھاسن جم والد بھی شامل تھے۔

کشمیر کے موڈ کے موضوع پر اپنی پینٹنگ کی پاور پوائنٹ پر پریزنٹیشن میں موڈی نے بتایا کہ اظہار رائے کی آزادی کے مختصر ہونے کے باوجود کس طرح آزادانہ سانس لینے کی ضرور محسوس کرتے ہیں۔ جم والد نے کشمیری خواتین پر حملوں، ان کے محرک ہونے اور کس طرح وہ غم سے ماوراء ہوگئے ہیں کے موضوع پر آگاہ کیا۔

تاہم یہ معروف صحافی بلراج پوری تھے جو اس اجلاس پر چھاگئے۔ وہ ہر خلاف ورزی کے خلاف تھے چاہے وہ حریت پسندی کے نام پر لڑنے والے جنگجوؤں کی جانب سے ہو یا سیکورٹی فورسز کی جانب سے قومی مفادات کے نام پر ہو۔

انہوں نے بتایا کہ سیکورٹی فورسز نے ایک ایک گھر کی تلاشی شروع کی اور جب وہاں کے لوگ اس کے خلاف احتجاج کے لئے اکھٹا ہوئے تو ان پر فائر کھول دیا گیا جس سے 30 سے 40 بے گناہ شہری جاں بحق ہوگئے۔ اس موقع پر میں ایک مسلمان کے گھر پر دکھ کے اظہار کے لئے گیا اور مسلم جنگجوؤں سے بھی اپیل کی کہ وہ سکھ اور ہندوؤں کی ہلاکتوں پر احتجاج کریں۔

انہوں نے کہا کہ جب سے اب تک وہ اپنے موقف پر قائم ہیں جہاں ایک بھی ہلاکت ہووہ اس پر احتجاج کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ عوام جنگجو کردار کی طرف مائل ہورہے ہیں اور اب کشمیر میں اس کھیل میں کوئی حاکم نہیں رہا۔

تاہم پوری نے کہا کہ اب عوام کو اس حقیقت کا ادراک ہورہا ہے کہ فسادات ترقی مخالف ہیں اور کشمیری ثقافت اور اثاثہ کی تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔ یاسین ملک جو کہ ایک وقت میں جنگجو رہنما تھے کا 16 برس کے بعد بندوق رکھ کر آزادی کشمیر کے لئے پرامن جدوجہد شائد اس امر کے باعث ہے۔

روزنامہ ایکسیلشیئر کے بیورو چیف احمد فیاض نے تنازعہ میں مبتلا خطہ میں رپورٹنگ کے دوران سچ لکھنے کی مشکلات کا ذکر کیا جبکہ ایک لفظ کثیر الجہتی معنی رکھتا ہو۔

''نوے کی دہائی تک ذرائع ابلاغ آزاد تھے مگر اس کے بعد حالات نے کروٹ لی جس کی نظیر نہیں ملتی''، انہوں نے کہا

آپ سیکورٹی فورس کا لفظ لیں اور عوام سے اس لفظ کے معنی دریافت کریں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ لغوی طور پر اس کے معنی یہ ہیں کہ فوجی جو آپ کی حفاظت کریں مگر عوام یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''وہ لوگ جو بندوق سے ہماری حفاظت کرتے ہیں'' جبکہ دیگر کا خیال یہ ہوگا کہ وہ فوجی جو انسانی زندگی کے بارے میں بے حس ہیں۔

اسی طرح تنازعہ کے معنی جھگڑا، جنگ، بغاوت، شورش، ہنگامہ، تحریک آزادی حتیٰ کہ جہاد بھی ہوسکتے ہیں۔ ان حالات میں ہر ایک کو خوش رکھنا اور حقیقت کا اظہار بھی ہونا محال ہے۔

صحافیوں کو ملنے والی ذاتی دھمکیوں میں تو قابل ذکر کمی آئی ہے مگر اب دوسری صورتحال اس پر محیط ہوگئی ہے۔ ہم بھی جنگجوؤں اور بھارتی اسٹیبلشمنٹ میں گھرے ہوئے اپنا حصہ ادا کررہے ہیں۔ ہم کچھ بھی لکھ سکتے ہیں، چھاپ سکتے ہیں بلا کسی احتساب کے۔ انہوں نے کہا کہ ایسی صورتحال میں صحافت کا ادارہ تباہ ہوچکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو اظہار رائے کی آزادی نہیں کہتا، کیونکہ احتساب کے بغیر آزادی لازما جمہوریت نہیں ہے۔